خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکوں کے شر سے بچنا اور پہلے سے ان کو اس بارہ میں خبردار کر دینا قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے

اصل حفاظت تو اللہ تعالیٰ کی ہے مگر انسان پابند ہے کہ تدبیر کے ذریعہ اپنی حفاظت کی کوشش کرے

اللہ تعالیٰ کی صفات حافظ اور حفیظ کے متعلق آیات قرآنی، احادیث نبوی اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کے حوالہ سے مختلف پہلوؤں کی وضاحت

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۴؍ستمبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۴؍تبوک ۱۳۸۰ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

یہ جو خطبہ ہے خدا تعالیٰ کی صفات حافظ، حفیظ وغیرہ سے متعلق دیا جا رہا ہے اسکے متعلق سب سے پہلے مَیں حضرت علامہ فخر الدین رازی صاحب کی سورۂ ھود کی آیت ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّا اُرْسِلْتُ بِهٖ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا ۔ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾۔ اس کی لغت کے لحاظ سے امام رازی کی تفسیر مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ﴿اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ کے تحت لکھتے ہیں ﴿اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ کی تین تاویلات ہیں، تین امکانات ہیں اس کے معنوں کے۔ ایک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کی اس وقت تک نگہداشت کرتا رہتا ہے جب تک وہ ان کو ان کی جزا نہ دے دے۔ پس جب تک کسی کو جزا نہیں ملتی اس وقت تک اس کے اعمال کی نگہداشت ہوتی ہے جب جزا ہو جائے پھر وہ بندہ جانے اور پھر جو بھی اس کے ساتھ درپیش ہو۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: اے مشرکو! اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے شر اور مکر سے محفوظ رکھے گا۔ اب یہ ایک قسم کی پیشگوئی تھی جو بہت عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو کتنے ہی خطرات درپیش ہوئے لیکن جب تک قرآن کریم مکمل نہ ہوا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت فرمائی اور یہ آغاز ہی میں مشرکوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مخاطب کر کے صاف فرما دیا تھا جو زور لگانا ہے لگاؤ مگر بہرحال تم مجھے ناکام اور نامراد نہیں کر سکو گے اور میری حفاظت اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا۔ پس جتنے غزوات میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پیش رفت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں حیرت ہوتی ہے کہ ایک عام آدمی جس کی حفاظت کا وعدہ نہ ہوتا وہ اتنے خطرات سے بچ کیسے سکتا تھا لیکن بچتا چلا گیا، بچتا چلا گیا یہاں تک کہ آخر وہ آیت نازل ہوئی ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مشرکوں کے شر سے بچنا اور آپ کا پہلے سے ان کو خبردار کر دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اور قرآن کریم کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔

ایک امام رازیؒ کا تیسرا ترجمہ تو عام ہے اس کی تو مجھے سمجھ نہیں آئی اس میں خاص کیا حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگران ہے اور ہر چیز کو جب تک ہلاکت سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے محفوظ رکھتا ہے اور جب اسے ہلاک کرنا چاہتا ہے ہلاک کرتا ہے۔

اب یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ﴾ (سورة الحجر:۱۰) یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن کریم کو خود سیکھے اور اُسے دوسروں کو سکھائے۔ (بخاری. كتاب فضائل القرآن)

یہ اس تعلق حفاظت سے کیا مراد ہے۔ دراصل صحابہ بڑی کثرت سے قرآن کریم کو حفظ کیا کرتے تھے اور نہ صرف حفظ کرتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی سکھاتے تھے۔ تو یہ حفاظت کا ایک خاص انتظام تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔

اب اسی ضمن میں حضرت ابن عباس کی ایک حدیث بیان ہوئی ہے لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِه کے متعلق۔ آیت قرآنی جس کی تفسیر میں وہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں وہ ہے "لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ. اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ. فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ. ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ"۔ جب بھی حضرت جبریل آپؐ کے پاس آتے تو آپؐ غور سے سنتے اور جب حضرت جبریل چلے جاتے تو آپؐ (نازل ہونے والی آیت کو) اُسی طرح دہراتے جیسے جبریل نے آپؐ پر پڑھی تھی۔

(بخاری. كتاب بدء الوحی)

لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ کا یہاں ذکر نہیں آیا حدیث میں۔ بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے اپنی زبان کو حرکت دیتے تھے تاکہ کوئی بات رہ نہ جائے اور جبرائیل جب بیان کرتے تھے تو ساتھ ساتھ آپ کی زبان بھی تیزی سے حرکت کرتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فرمایا کہ تجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، ہم نے قرآن نازل کیا ہے ہم اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ اب قرآن کریم میں کتنی باتیں تھیں جو یادداشت سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایک انسان، ایک اُمّی کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ تمام تاریخ انبیاء، تاریخ مذاہب، ارتقاء کی تاریخ اور انسان کے انجام کے متعلق یہ ساری باتیں اپنے نفس سے بناتا رہے اور اس کی حفاظت کرنے کا جب خدا نے وعدہ کیا تھا تو آپؐ سے فرمایا کہ تُو اپنی زبان تیز نہ ہلایا کر، ہم حفاظت کرتے ہیں اور ہم حفاظت کے بہت سے انتظام کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپؐ کے اخلاق کیسے تھے تو فرمایا آپ کے اخلاق مجسم قرآن تھے (مسند احمد بن حنبل حديث نمبر ۲۴۶۲۹)۔ اب اس کا اس مضمون سے کیا تعلق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر جو قرآن نازل ہوا محض اس کی لفظی حفاظت نہیں کی گئی بلکہ سنت نبوی میں وہ قرآن منقش ہو گیا اور اس طرح قرآن کریم کی حفاظت ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور قرآن ایک ہی چیز کے دو نام بن گئے جو نازل ہوتا تھا وہ آپ کے وجود پہ ثبت ہو جاتا تھا اور اسی لئے یہ حدیث یہاں اس موقع پر رکھی گئی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ فرشتوں کا ایک ثبوت دیا ہے کہ دیکھو یہ کتاب ہے۔ اس کی حفاظت اخیر زمانہ تک فرشتے کریں گے۔ تم اس کے خلاف کوئی غلطی تو ثابت کر دو۔ سائنس نے کس قدر ترقی کی، تاریخ کی کیسی چھان بین ہوئی مگر قرآن شریف کی کوئی بات جھوٹی نہ ہو سکی۔ سچ فرمایا لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ". (ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء) کہ اسے باطل چھوئے گا نہیں۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

"نَزَّلْنَا الذِّكْرَ: ذکر رسول کو بھی کہتے ہیں"۔ اب اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا جو قرآن کریم میں آیا ہے اس طرف حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے اشارہ فرمایا ہے کہ ذکر رسول کو بھی کہتے ہیں کیونکہ رسول مجسم ذکر تھا۔ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس میں قرآن کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے اور مجسم ذکر الٰہی

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے۔

فرمایا: "مارنے والوں نے عین شوکتِ اسلام میں حضرت عمرؓ و علیؓ و عثمانؓ کو شہید کردیا" (تشحیذالاذہان جلد ۸ نمبر ۹ صفحہ ۳۶۱، ۳۶۲)۔ یہ خاص غور طلب بات ہے کہ اسلام کو اتنی شوکت نصیب ہوگئی تھی، اتنا دبدبہ تھا، اتنی حفاظت کے انتظام تھے مگر اس کے باوجود عمرؓ، علیؓ، عثمانؓ شہادت سے بچ نہیں سکے مگر انتہائی کمزوری کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کے مخالفین جب کہ آپ کی حفاظت کا کوئی ظاہری انتظام نہیں تھا آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے اور ہر معرکہ میں آپ سب سے پیش پیش ہوتے تھے۔ تو یہ امور حفاظتِ الٰہی سے تعلق رکھتے ہیں اور عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے ایسے عظیم الشان انتظام فرمائے۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید لکھتے ہیں:

"دیکھو کس قدر مذہب دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے، اس کی حفاظت کا ذمہ دار خود ان لوگوں کو بنایا اور قرآن کریم کی پاک تعلیم کے لئے فرمایا اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"۔

اب یہ بھی عجیب بات ہے کہ دنیا کے کسی مذہب میں یہ وعدہ نہیں ہے۔ کسی کتاب کے متعلق یہ وعدہ نہیں ملتا۔ ساری دنیا کی کتابیں کھنگال کے دیکھ لو وہاں کہیں اس مضمون کی آیت نہیں ملے گی کہ ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ پس قرآن کریم سے یہ وعدہ کوئی اتفاقی بات نہیں اور جب اتفاقی بات ہوتی تو پھر اس کی حفاظت نہ کی جاتی۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاول لکھتے ہیں: "یہ کیسا کوثر ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کی حمایت و حفاظت اور نصرت کے لئے تائید فرماتا ہے اور مخلص بندوں کو دنیا میں بھیجتا ہے جو اپنے کمالات اور تعلقاتِ الٰہیہ میں ایک نمونہ تھے۔ ان کو دیکھ کر پتہ لگ سکتا ہے کہ کیونکر بندہ خدا کو اپنا لیتا ہے"۔ (الحکم ۱۲/مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۲۱)

اب جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قرآن کریم کا ایک زندہ نمونہ تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بہت سے مخلص بندے اولیاء بعد میں پیدا ہوتے رہتے تھے جو قرآن کریم کی صداقت کا ایک زندہ معجزہ ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تو بکثرت ہم نے ایسے مشاہدات دیکھے ہیں کہ قرآن کریم کی حفاظت کا انتظام خالصۃً اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پاک بندوں کے ذریعہ فرمایا جن کے نفس کی خدا حفاظت فرماتا تھا اور جو قرآن کے نمونہ پر چل کر ثابت کرتے تھے یہ کوئی سابقہ بات نہیں ہے اس زمانہ میں بھی قرآن پر عمل ہو سکتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"یہ دیکھو خدا تعالیٰ کا مامور"۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام "ہمارے سامنے موجود ہے اور خود اس مجلس میں موجود ہے"۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ حکم دیا کرتے تھے کہ تم خطبہ پڑھاؤ اور خود بیٹھ کر وہ خطبہ سنا کرتے تھے۔ تو ہمارے پاس موجود ہے۔ "خود اس مجلس میں موجود ہے ہم اس کے چہرہ کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ ہزاروں ہزار ہم سے پہلے گزرے جن کی دلی خواہش تھی کہ وہ اس چہرہ کو دیکھ سکتے پر انہیں یہ بات حاصل نہ ہوئی۔ اور ہزاروں ہزار اس زمانہ کے بعد آئیں گے جو یہ خواہش رکھیں گے کہ کاش وہ مامور کا چہرہ دیکھتے پر ان کے واسطے یہ وقت پھر نہ آئے گا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ عجیب در عجیب تحریکیں دنیا میں زور شور کے ساتھ ہو رہی ہیں اور ہلچل مچ رہی ہے۔ عربی زبان دنیا میں خاص طور پر ترقی کر رہی ہے، کتابیں کثرت سے شائع ہو رہی ہیں۔ وہ عیسائیت کی عمارت جس کو ہاتھ لگانے سے خود ہماری ابتدائی عمر کے زمانہ میں لوگ خوف کھاتے تھے آج خود عیسائی قومیں اس مذہب کے عقائد سے متنفر ہو کر اس کے برخلاف کوشش میں ایسے سرگرم ہیں"۔

اب آج کل بڑے بڑے پادری جو بشپس وغیرہ کے اعلان ہو رہے ہیں۔ یہ اعلان کر رہے ہیں کہ عیسائیت میں کوئی حقیقت نہیں ہے اور اس اعلان کے ساتھ وہ اپنی شکست تو تسلیم کر رہے ہیں اگرچہ ابھی اسلام کی طرف قدم نہیں اٹھا رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول لکھتے ہیں کہ "یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ کے مصداق بن رہے ہیں" جیسا کہ یہود نے اپنے ہاتھوں سے اپنے قلعوں کو مسمار کیا تھا اسی طرح یہ اب اپنے ہاتھوں سے عیسائیت کی تعمیر کو مسمار کر رہے ہیں "اور شرک کے ناپاک عقائد سے بھاگ کر ان پاک اصولوں کی طرف اپنا رخ کر رہے ہیں جن کے قائم کرنے کے واسطے آنحضرت ﷺ دنیا میں مبعوث ہوئے تھے"۔ اب سر دست تو ایسا واقعہ نہیں ہو رہا۔ وہ شرک سے تو بھاگ رہے ہیں مگر دہریت کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ اب پہلے ان کی تختی کلیۃً صاف ہوگی پھر اس کے بعد نئی عبارت اس پر تحریر کی جائے گی۔

یہ بات قرآن کریم کی صداقت پیش کرتی ہے کہ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ کہ ان کی کتابیں تو خود ان کے ہاتھوں سے متادی جائیں گی مگر قرآن کریم کی حفاظت ہم ہی کریں گے اور ہم قرآن کی حفاظت کے لئے مجددین مامور کرتے رہیں گے۔ فرمایا جیسے لفظی حفاظت قرآن کریم کی خدا تعالیٰ نے فرمائی ہے اس کے معانی کی حفاظت مجددین کے ذریعہ ہوئی ہے اور یہ سب کچھ موجود ہے۔ مگر خوش قسمت وہی ہے جو ان باتوں سے فائدہ اٹھائے، جذبات نفس پر قابو رکھ کر خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے"۔ (حقائق القرآن جلد دوم صفحہ ۴۵۲، ۴۵۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یہودیوں کو تورات کے لئے کہا کہ اس میں تحریف و تبدیل نہ کرنا اور بڑی بڑی تاکیدیں اس کی حفاظت کے لئے اُن کو کی گئیں۔ لیکن کم بخت یہودیوں نے تحریف کر دی۔ اس کے بالمقابل مسلمانوں کو کہا ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾" (ملفوظات جلد ششم۔ صفحہ ۲۴۵، ۲۴۶)۔ کہ یہودیوں کو تو کتاب کی حفاظت کی بہت تاکید کی گئی تھی بار بار فرمایا گیا تھا اس کتاب کی حفاظت کرنا اس میں کوئی تحریف نہ کرنا لیکن انہوں نے پھر بھی تحریف کر کے چھوڑی اور قرآن کریم کے متعلق کہیں نہیں ہوا کہ مسلمانوں کو حکم ہو کہ تم اس کی حفاظت کرو بلکہ فرمایا تم بے فکر رہو ہم حفاظت کریں گے اور حفاظت ظاہری بھی کریں گے اور معنوی بھی اور معنوی حفاظت مجددین کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

انہی مجددین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی محافظت کریں گے یعنی جب اس کے معانی میں غلطیاں وارد ہوں گی تو اصلاح کے لئے ہمارے مامور آیا کریں گے" (الحکم جلد ۸ نمبر ۳۸ و ۳۹۔ ۱۰/تا ۱۷/نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۷)۔ پس پہلے مجددین گزرے ہیں ان کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مامورین کی صف میں شمار فرمایا ہے کیونکہ وہ کام پر مقرر تھے اور جب بھی قرآن کریم میں کوئی نہ کوئی معنوی تحریف ہونی شروع ہوئی ہے اس وقت مجددین نے اس خاص تحریف کے مقابل پر سرگرم مہم چلائی یہاں تک کہ وہ معنوی تحریف مٹ گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کی تائیدیں اور نصرتیں جو ہمارے شاملِ حال ہیں، یہ آج کسی مذہب کے پیرو کو نصیب نہیں اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ کیا کوئی اہلِ مذہب ہے جو اسلام کے سوا اپنے مذہب کی حقانیت پر تائیدی اور سماوی نشان پیش کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ جو قائم کیا ہے یہ اُس حفاظت کے وعدہ کے موافق ہے جو اُس نے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ میں کیا ہے۔"

(الحکم۔ جلد ۵۔ نمبر ۲۵۔ بتاریخ ۱۰/جولائی ۱۹۰۱ء۔ صفحہ ۲)

اب سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات نمبر ۷ تا ۱۱ ﴿اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ. وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ. لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ. دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ. اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾۔ اب یہ ان آیات میں جو مضمون ہے بہت گہرا ہے۔ پہلے اس کا میں لفظی ترجمہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یقیناً ہم نے نزدیک کے آسمان کو ستاروں کے ذریعہ زینت بخشی ہے۔ ایک تو دور کا آسمان ہے جس میں ستارے ہیں، ایک نزدیک کا آسمان ہے جس میں سیارے ہیں مگر قرآن کریم نے ستاروں اور سیاروں کے الفاظ میں فرق نہیں کیا۔ یہاں نزدیک کے آسمان میں بھی کچھ ستارے ہیں جو حفاظت کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اب جتنے بھی سیارے سورج کے گرد حرکت کر رہے ہیں ان سب کے متعلق سائنس دان یقینی طور پر بتاتے ہیں کہ یہ کس طرح بہت سے امور میں انسان کی حفاظت بلکہ ہر جاندار کی، ہر ذی روح کی حفاظت کر رہے ہیں اور سماء الدنیا میں تو اس کثرت کے ساتھ حفاظت کے سامان موجود ہیں کہ اگر ان میں کوئی خلا پیدا ہو تو دنیا سے زندگی مٹ جائے۔ انسان کا تو کیا سوال۔ اور وہ

حیرت انگیز نظام سات آسمان زمین کے قریب کے ہیں جن میں یہ موجود ہے۔اب سات اور آسمان دور کے آسمان ہیں اور سماء الدنیا بھی سات آسمانوں میں تقسیم ہوا ہوا ہے۔یہ بھی اللہ کی عجیب شان ہے کہ ہر لفظ سات پر تقسیم ہوتا ہے، ہر معاملہ سات سے تعلق رکھتا ہے۔وجہ یہ ہے کہ سات ایک ایسا عدد ہے جو دوہرایا جاتا ہے۔ تو سماء الدنیا کی طرح سماء الاقصیٰ بھی سات در سات در سات اور سات در سات چلتا چلا جاتا ہے اور لامتناہی سلسلہ ہے جو لفظ سات کے ذریعہ بیان ہوا ہے۔

پھر فرماتا ہے وہ ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکیں گے اور ہر طرف سے پتھراؤ کئے جائیں گے۔اب دیکھیں جتنے بھی راکٹوں میں بیٹھ کے لوگ آسمان کی خبریں لینے کے لئے جاتے ہیں ان پر کثرت کے ساتھ پتھراؤ ہوتا ہے اگر ان کی حفاظت کا انتظام ساتھ موجود نہ ہو تو اس پتھراؤ کے نتیجہ میں وہ بالکل کلیۃً نابود ہو چکے ہوتے لیکن بچ بچا کے بہت سے حفاظت کے سامان لے کر وہ چلتے ہیں اور جب مقصد پہ پہنچ جاتے ہیں تو اس وقت بھی زمین کے قریب کے آسمان تک ہی صرف پہنچتے ہیں، دُور کے آسمان کی تو کوئی خبر نہیں لا سکتے۔اور پھر بھی تھوڑی تھوڑی باتیں اچکتے ہیں یعنی لمبی تفصیل معلوم نہیں ہوتی، کچھ باتیں آج معلوم کرلیں، کچھ کل معلوم کرلیں اور جو کل معلوم کی ہوتی ہیں آئندہ آنے والا کل ان کی تردید بھی کر دیتا ہے اس لئے ان کی معلومات سے ساتھ ساتھ اعتبار بھی اٹھتا چلا جارہا ہے۔اور ان کے عجز کی یہ دلیل ہے کہ خود اپنے منہ سے ہی اپنی سابقہ بڑائیوں پہ پانی پھیر دیتے ہیں اور نئی تشریحات کرتے چلے جارہے ہیں۔جو کچھ ان کو معلوم ہے وہ بالکل معمولی ہے۔ جو کائنات کے گہرے راز ہیں وہ ان کو کسی قیمت پر بھی معلوم نہیں ہو سکتے۔

پھر جو اللہ کے سوا جو انہوں نے اولیاء بنائے ہوئے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سورۃ الشوریٰ میں ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾ (الشوریٰ:۷) کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا انہوں نے اولیاء بنایا ہوا ہے وہ ان کی حفاظت کیا کریں گے خود اپنی بھی حفاظت نہیں کر سکتے۔اللہ ان کی حفاظت کر رہا ہے اگر اللہ کی حفاظت ان کو نہ ہوتی تو وہ بالکل نابود ہو چکے ہوتے۔ تو جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے فرمایا تُو ان پر داروغہ نہیں ہے۔وہ بظاہر حفاظت میں ہیں مگر عذاب الٰہی سے متاثر ہونگے۔اور ان کا نہ بچ سکنا تیری ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ تیرا کام صرف پیغام پہنچانا ہے آگے وہ مانیں یا نہ مانیں۔

سورۃ قٓ کی آیات نمبر ۳۲۔۳۳ ﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ. هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ﴾ اور جب جنت متقیوں کی خاطر قریب کر دی جائے گی کچھ دور نہ ہو گی۔جنت قریب کر دینے سے کیا مراد ہے۔مراد یہ ہے کہ ایسے مشکلات کے زمانے آئیں گے کہ جب مومن کے لئے خدا کے مامور وقت کی بات ماننا بہت بڑی تکلیف کا موجب بنے گا جیسا کہ آج کل کثرت کے ساتھ احمدی جگہ جگہ ملکوں میں مصائب کا نشانہ بنائے جارہے ہیں۔اس وقت جنت قریب ہوتی ہے، شہید بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق سیدھا جنت میں جانے کی خوشخبریاں موجود ہیں تو یہ جنت قریب کرنے کا یہ مطلب ہے۔ تو یہ موقع ہے قربانیوں میں آگے بڑھو اور اس کے نتیجہ میں جنت تم اپنے قریب دیکھو گے۔﴿ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ﴾۔یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دئے جاتے ہو۔ہر رجوع کرنے والے، نگران رہنے والے کی خاطر جو بھی بار بار توبہ کرتا ہے رجوع کرتا ہے اور اپنے اعمال کی نگرانی کرتا ہے ان کی خاطر یہ وعدہ دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کا اعزاز کرے۔اب مہمان کا اعزاز دیکھو کتنا ضروری ہے۔جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اللہ کی خاطر اللہ کے مہمانوں کو اپنے مہمانوں سے بھی بڑھ کر سمجھتا ہے۔اب دیکھیں ہمارے جلسے جو ہوتے ہیں ان میں کس قدر قربانی کرتے ہیں نوجوان، بوڑھے، بچے، مرد سب اور اپنے گھر کے مہمان کی شاید اتنی حفاظت نہ کرتے ہوں، اتنی خدمت نہ کرتے ہوں جتنی اللہ کے مہمانوں کی حفاظت اور خدمت پر مامور ہوتے ہیں۔جرمنی کا جلسہ آپ نے دیکھا کہ کس طرح دن رات وہاں خدام آپ لوگوں کی حفاظت پر بھی مامور تھے، آپ کو کھلانے پلانے کے انتظام پر بھی مامور تھے اور اپنی جان ہلکان کر رہے تھے کہ کسی طرح آپ کو سکھ پہنچا سکیں۔پس یہ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کی مہمان نوازی پر مقرر لوگ ہیں جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کے مہمانوں کا اعزاز کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اپنے پڑوسی کی حفاظت کرے وہ بھی اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے (مسند احمد بن حنبل الجزء الثانی صفحہ ۱۷۴)۔اگر اچھی بات کہنی نہیں آتی تو چپ ہی کر جاؤ۔ بُری بات کہنا گناہ ہے اور خاموشی اختیار کرنا کسی موقع پر یہ کم سے کم ایمان کی نشانی ہے۔اگر کوئی بری بات کر رہا ہے اگر اس کو روک نہیں سکتے، اس کو سمجھا نہیں سکتے تو کم سے کم دل میں ہی اس کو برا مناؤ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص لوگوں سے قرض لیتا ہے اس کے بارہ میں اللہ جانتا ہے کہ وہ اسے ادا کرنے کا شدید خواہش مند ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ ایک مددگار اور محافظ مقرر ہو جاتا ہے (جو اس کی مدد کرتا ہے) اور مَیں ایسے مددگار کا خواہش مند ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل الجزء السادس صفحہ ۲۵۰)

اب اس میں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جس کی نیت صاف ہو اور قرض لیتے وقت پورا ارادہ ہو کہ مَیں قرض واپس کروں گا اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے اور اسے قرض کی واپسی کی توفیق ضرور عطا فرماتا ہے۔ ہم نے اپنی زندگی میں کثرت کے ساتھ احمدیوں کے ساتھ یہ دیکھا ہے، جو اخلاص کے ساتھ قرض لیتے ہیں اس نیت کے ساتھ کہ اسے واپس کریں گے خدا تعالیٰ ان کو واپسی کی توفیق دے دیتا ہے مگر جن کی نیت ہی بگڑی ہوئی ہو اور شروع میں ہی قرض کھا جانے کی نیت ہو وہ کبھی واپس نہیں کیا کرتے۔ان کا دل آغاز ہی میں بددیانت ہو چکا ہوتا ہے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ ان کے قرضوں کی واپسی کا کوئی انتظام نہیں کرتا۔وہ ہمیشہ قرض میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں۔

اور دوسری بات توجہ طلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے متعلق بھی خدا سے عرض کرتے ہیں کہ مَیں بھی ایسے ہی مددگار کا متلاشی ہوں اور محتاج ہوں۔میرے لئے بھی میرے قرضے کی ادائیگی میں مددگار مقرر فرما۔چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی زندگی میں بہت سے آپ کے قرضے تھے جو وقت کے اوپر خود ادا نہ کر سکتے تھے جس وقت وعدہ تھا یا وعدہ قریب آنے والا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے صحابہ کو حکم دے دیا کرتے تھے کہ اس کا پورا قرضہ اتار دو اور جتنا قرضہ ہے اس سے زیادہ بھی دو۔تو یہ جو خدا سے دعا مانگی تھی کہ میرے لئے بھی ایسے مددگار مقرر فرما اس دعا کی قبولیت کا یہ نشان ہے۔

اب سورۃ الانفطار آیت نمبر ۱۰ تا ۱۳۔﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ. كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ۔خبردار مگر تم تو جزا سزا کا ہی انکار کر رہے ہو جبکہ یقیناً تم پر ضرور نگہبان مقرر ہیں، معزز لکھنے والے۔وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

اب لکھنے والے سے کیا مراد ہے کوئی کاپی کتاب تو نہیں انہوں نے ہاتھ میں رکھی ہوتی جو وہ لکھتے چلے جاتے ہیں۔لکھنے سے مراد یہ ہے کہ انسانی اعضاء ہی پہ وہ بات لکھی جاتی ہے۔جو بات بھی آپ کرتے ہیں وہ آپ کے دل پر نقش ہوتی ہے، آپ کے ذرہ ذرہ جسم کے اوپر نقش ہوتی ہے، ہر خلیے پر نقش ہوتی ہے اور اس کو مٹایا جا ہی نہیں سکتا۔ایک دفعہ جو بات انسان کر بیٹھے کبھی بھی اس کو مٹایا اور ختم نہیں کیا جا سکتا مسلسل جاری رہے گی۔

اور قرآن کریم کی دوسری آیات سے پتہ چلتا ہے جیسے فرمایا ﴿مَا لِهٰذَا الْكِتَابِ﴾ اس کتاب کا کیا حال ہے جو نہ چھوٹی چیز کو چھوڑتی ہے نہ بڑی چیز کو چھوڑتی ہے، ہر بات لکھ چھوڑی ہے۔ تو قیامت کے دن انسان کو اس کے اپنے جسم کے ذرّات ہی یعنی وہ جسم تو نہیں ہو گا مگر جن کا نقش ان پر ہو چکا ہو گا اس رُوح کا ایک بدن نکلے گا۔اس بدن کے ہر ذرہ پر اس کا اعمال نامہ مرتب کیا جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"نامہ اعمال کے لکھے جانے اور اس کے محفوظ رہنے پر جن لوگوں کو استبعادِ عقل معلوم ہوتا ہے"۔ یعنی جن لوگوں کے ذہن میں یہ مشکل پیدا ہوتی ہے یہ عقل کے خلاف بات معلوم ہوتی ہے کہ ہمارا اعمال نامہ لکھا جارہا ہے۔ "وہ آجکل کے ایک نوایجاد آلہ گراموفون ہی کو دیکھ لیں کہ کس طرح ریکارڈ اس میں محفوظ رہتا ہے۔ اور دوبارہ چکر دینے سے کس طرح ذرا ذرا سی حرکات یہاں تک کہ کھانسی اور تنفس کی کمی زیادتی بھی اس سے ظاہر ہونے لگتی ہے"۔ اس کے آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل لکھتے ہیں

آواز آرہی ہے یہ فونو گراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے، نہ لاف و گزاف سے

(ضمیمہ اخبار بدر۔ قادیان۔ ۱۳/جون ۱۹۱۲ء)

ہر چیز کے درج ہونے اور نقش ہونے کے متعلق ایک ایسی قرآن کریم کی قطعی گواہی ہے کہ جس کا اب سائنس کی دنیا میں انکار کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔ ہر چیز درج ہو رہی ہے۔ ایک چور اپنے ہاتھ چھپانے کی کوشش کرتا ہے کہ نشان نہ پڑ جائیں پھر بھی اس سے کوئی نہ کوئی غلطی ایسی ہو جاتی ہے جس سے وہ پکڑا جاتا ہے۔ اب جو واقعہ ہوا ہے امریکہ میں بڑا دردناک، اس واقعہ میں بہت سے لوگ پکڑے گئے ہیں۔ انہوں نے کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی غلطی ایسی کی ہوتی ہے جس سے ان کا ریکارڈ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ بظاہر انسان کتنی احتیاطیں کر لے مگر کچھ ریکارڈ لکھنے والے موجود ہیں جو اس کا ریکارڈ درج کرتے چلے جاتے ہیں اور عملاً یہ واقعہ بھی ہو چکا ہے کہ لکھنے والے دنیا کے لکھنے والے بھی ہیں جنہوں نے بعض لوگوں کے متعلق درج کیا ہے کہ ان کے متعلق یہ بات مشکوک ہے اور آخر وہ پکڑے گئے۔ تو ریکارڈ کا نظام اس دنیا میں اتنا مکمل ہے تو کیسے سوچا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں ایک ریکارڈ کا انتظام نہ کیا ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر یہ محافظ نہ ہوں جو اپنے اپنے وقت میں شرطِ حفاظت بجالا رہے ہیں تو انسان ایک طرفۃ العین کے لئے بھی زندہ نہ رہ سکے"۔ اب یہ بات غور طلب ہے کہ ہم جو حرکت کرتے ہیں مثلاً انگلی کو ذرا سی بھی حرکت دیں یا پلک جھپکیں تو دماغ سے ایسی رو جاری ہوتی ہے، Cells ہیں جو اس حرکت کو، ایک دوسرے کو آگے پہنچاتے چلے جاتے ہیں اور جب وہ اپنا کام ختم کر دیں تو اس وقت اگر فوراً واپس ایک کیمیا کے ذریعہ اپنے پہلے حال پر نہ پہنچیں تو سائنس دان کہتے ہیں کہ Sudden Death اس کی ہو سکتی ہے۔ ایک ثانیہ سے بھی کم عرصہ میں وہ انسان مر جائے گا۔ تو یہ جو انتظام ہے حفاظت کا یہ انسانی جسم میں ایک ذرّہ ذرّہ میں موجود ہے اور ان لوگوں کو جو اسلام پہ ایمان نہیں لاتے ان کو تو توفیق مل گئی ہے کہ خدائے تعالیٰ کی جو عجائبات ہیں ان کی قدر کریں ان کو دیکھ سکیں مگر دیکھ رہے ہیں اور خدا کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور عجیب دکھاتے ہیں پر خود دیکھنے سے عاری ہیں۔ پس ہمارے لئے جتنی بھی تحقیقات ہوئی ہیں یہ ان مغربی قوموں نے ہی کی ہیں، خود ان کا دماغ وہاں پہنچ کر ٹھہر جاتا ہے جہاں عجائبات ہیں۔ اس سے آگے عجائبات کس نے پیدا کئے خود بخود کیسے ہو گئے اس پر ان کی نگاہ نہیں جاتی۔

یہ جو حفاظت کا انتظام ہے اس کی کئی قسمیں ہیں، بے شمار۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "کوئی ہمارے لئے حرارتِ مطلوبہ طیار رکھتا ہے"۔ یعنی خدا تعالیٰ ہر شخص کو جتنی گرمی کی ضرورت ہے اس کی حفاظت کے لئے وہ ہر وقت اس کے لئے تیار رکھتا ہے اور صرف انسان کے لئے نہیں، انسان جن چیزوں پر زندہ ہے ان کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "کوئی اناج اور پھل پکاتا ہے اور کوئی ہمارے پینے کے لئے پانیوں کو برساتا ہے اور کوئی ہمیں روشنی بخشتا ہے اور کوئی ہمارے تنفس کے سلسلہ کو قائم رکھتا ہے اور کوئی ہماری قوتِ شنوائی کو مدد دیتا ہے اور کوئی ہماری حرارتِ غریزی پر صحت کا اثر ڈالتا ہے۔........ اب اسی سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ جس خداوند کریم و حکیم نے یہ ہزار ہا اجرام سماوی و عناصر وغیرہ ہمارے اجسام کی درستی اور قائمی کے لئے پیدا کئے اور دن رات بلکہ ہر دم ان کی خدمت میں لگا دیا ہے کیا وہ ہماری روحانی حفاظت کے انتظام سے غافل رہ سکتا تھا اور کیونکر ہم اس کریم و رحیم کی نسبت ظن کر سکتے ہیں کہ ہمارے جسم کی حفاظت کے لئے تو اس نے اس قدر سامان پیدا کر دیا ہے کہ ایک جہان ہمارے لئے خادم بنا دیا لیکن ہماری روحانی حفاظت کے لئے کچھ بندوبست نہ فرمایا۔ اب اگر ہم انصاف سے سوچنے والے ہوں تو اسی سے ایک محکم دلیل مل سکتی ہے کہ بے شک روحانی حفاظت کے لئے بھی حکیم مطلق نے کوئی ایسا انتظام مقرر کیا ہوگا کہ جو جسمانی انتظام سے مشابہ ہوگا۔ سو وہ ملائک کی حفاظت کا انتظام ہے" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۹۳۔۱۰۲ حاشیہ)۔ پس ملائک جو دکھائی نہیں دیتے وہ اپنے اعمال کی وجہ سے دکھائی دے سکتے ہیں۔ وہ جس طرح ہماری حفاظت کرتے ہیں ہمیں نظر نہیں آتا مگر بہر حال ہم حفاظت ہوتی ہوئی تو دیکھتے ہیں۔ وہ حفاظت از خود نہیں ہو رہی، اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے مقرر ہیں جو ہر وقت اس کی حفاظت کا انتظام کرتے ہیں اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ایسے جنود ہیں، ایسے لشکر ہیں فرشتوں کے جن کا کوئی شمار ہی نہیں۔ ہر چیز پر نگران مقرر ہیں، ہر چیز کی حفاظت کر رہے ہیں۔

اب سورۃ الطارق کی ۲ تا ۵ آیات۔ ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ. وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ. اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ. اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾ قسم ہے آسمان کی اور رات کو ظاہر ہونے والے کی۔ پھر تجھے کیا بتائیں کہ رات کو ظاہر ہونے والا کیا ہے۔ بہت چمکتا ہوا ستارہ، کوئی ایک جان بھی نہیں جس پر کوئی محافظ نہ ہو۔

تو خدا تعالیٰ کی حفاظت کے تابع ہر چیز موجود ہے۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام بھی آپ کے سامنے بیان کر دوں کہ جس رات آپ کے والد کی وفات ہونی تھی اسی شام کو آپ کا الہام ہوا "وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ"۔ اتنا ہی ہوا۔ اس سے اگلا حصہ نہیں جس میں حفاظت کا وعدہ ہے۔ تو اس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقین ہو گیا کہ ان کے والد کی وفات آج ہو جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔ اور حیرت انگیز بات ہے کہ آیت وہاں جا کر رک گئی جس سے آگے حفاظت کا وعدہ تھا۔ وہ آیت میں بیان نہیں کیا گیا۔ تو الہامات میں بھی عجیب شان ہوتی ہے کہ ان پر غور کریں تو آدمی حیران ہوتا ہے کہ دیکھو کہاں جا کر بات ختم کر دی گئی اور اسی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ الہام ہوا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ"۔ اور یہ انگوٹھی وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بنوائی اس پہلے الہام کو ہمیشہ یاد رکھنے کی خاطر۔ اور اپنی انگلی میں یہ انگوٹھی خود پہنی۔ پس یہ وہ دوسرا الہام تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خیال آیا کہ میں تو اپنی جائیداد کا حال نہیں جانتا۔ میرا والد ہی میری روٹی کا انتظام کرتا تھا۔ مجھے تو یہ بھی نہیں پتہ میری کیا چیز ہے اور کیا نہیں ہے۔ اور اب میرا کیا بنے گا۔ والد کے گزرنے کے بعد میرا کون محافظ ہوگا۔ اس وقت بڑی شان کے ساتھ، بڑے جلال سے یہ الہام ہوا "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ"۔ کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میری ذات پر ایک زلزلہ طاری ہو گیا۔ اس قدر گریہ وزاری میں نے کی۔ اس قدر اللہ تعالیٰ سے معافیاں مانگیں اور پھر اسی وقت امرتسر ایک آدمی بھیجا کہ جو اس الہام کو انگوٹھی پر درج کرائے اور میں ہمیشہ انگلی میں پہنے رکھوں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ انگوٹھی اپنی انگلی میں پہنا کرتے تھے جو بعد میں خلفاء کو نصیب ہوئی۔ یہ بھی عجیب اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جب قرعہ اندازی ہوئی کہ کون سی انگوٹھی کس کو ملے تو یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نام نکلی اور بعض دوسری انگوٹھیاں تھیں وہ دوسرے بچوں کے نام۔ تو اس پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات ہونے لگی تو آپؓ نے یہ وصیت کی کہ یہ انگوٹھی میری اولاد کو نہیں ملے گی بلکہ آئندہ آنے والے خلیفہ کو ملے گی۔ چنانچہ پھر اتفاق ایسا ہوا، اتفاق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان تھی کہ آپ کا بیٹا ہی خلیفہ بنا اور وہ انگوٹھی آپ کو بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ خلیفہ ثالث ہونے کی وجہ سے ملی اور اس کے بعد پھر ان کے بڑے بیٹے مرزا انس کے نام یہ انگوٹھی نہیں گئی بلکہ میرے حصہ میں آئی کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کے بعد مجھے خلیفہ مقرر فرما دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سونے لگے وہ اپنے بستر کو پلّو سے تین بار جھاڑے۔ یہ جو تین بار جھاڑنا ہے یہ بھی بڑی حکمت کی بات ہے کیونکہ کوئی نہ کوئی کیڑے بعض دفعہ اندر داخل ہو جاتے ہیں، زہریلی مکڑیاں بھی لحاف کے نیچے چھپ جاتی ہیں۔ تو اس نصیحت سے میں نے بہت استفادہ کیا ہے۔ کئی دفعہ جب لحاف اٹھا کر دیکھا تو اندر کوئی نہ کوئی کیڑا، کوئی مکڑی وغیرہ زہریلا جانور موجود تھا۔ تو تین دفعہ جھاڑنا جو ہے، حفاظت تو اللہ تعالیٰ کی ہے، مگر انسان پابند ہے تدبیر کے ذریعہ اپنی حفاظت کی کوشش کرے۔ باقی معاملہ پھر خدا پر چھوڑ دے۔

پھر یہ بھی دعا سکھائی میں اپنے رب کے نام سے سوتا ہوں، اس کی مدد سے اٹھوں گا۔ یعنی

سوتے وقت یہ سوچنا چاہئے کہ نیند کی حالت میں موت واقع ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے ہی مَیں سو رہا ہوں، پھر جب دوبارہ اٹھوں گا تو اسی کے نام سے اٹھوں گا۔ اَمَاتَنَا وَاَحْیَانَا۔ اس نے ہمیں مارا بھی ہے اور پھر دوبارہ بھی زندہ کر دیا۔ پھر فرمایا انسان یہ دعا کرے کہ اگر تُو اس دوران میری روح کو روک رکھے تو مجھے بخش دے اور اگر واپس بھیج دے تو اس کی اس چیز کے ساتھ حفاظت فرما جس کے ساتھ تُو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر کسی مسلمان کو کوئی جسمانی تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو فرماتا ہے کہ جب تک میرا بندہ میری قید میں محبوس ہے اس کے حق میں وہ تمام اعمال لکھ لو جو دن اور رات کے دوران بجا لایا کرتا تھا۔

(مسند احمد بن حنبل۔ الجزء الثانی۔ صفحہ ۱۹۸)

یعنی اگر بیماری کی وجہ سے کوئی ایسی نیکی ادا نہ کر سکے جو وہ کیا کرتا تھا۔ بیمار ہو کر نماز بھی صحیح نہیں پڑھی جاتی، روزے بھی نہیں رکھے جاتے۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی بیماری کے دوران میں وہ سارے اعمال اسی طرح لکھتے رہنا جس طرح یہ صحت کے زمانے میں ادا کیا کرتا تھا اور اس کے نیک اعمال میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ﴿اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگرچہ ملائک جسمانی آفات سے بھی بچاتے ہیں لیکن اُن کا بچانا رُوحانی طور پر ہی ہے۔ مثلاً ایک شخص ایک گرنے والی دیوار کے نیچے کھڑا ہے تو یہ تو نہیں کہ فرشتہ اپنے ہاتھوں سے اُٹھا کر اُس کو دُور لے جائے گا بلکہ اگر اس شخص کا اُس دیوار سے بچنا مقدر ہے تو فرشتہ اُس کے دل میں الہام کر دے گا کہ یہاں سے جلد کھِسکنا چاہئے۔ لیکن ستاروں اور عناصر وغیرہ کی حفاظت جسمانی ہے۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔ نوٹ بر صفحہ ۹۹)

اب یہ واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں کئی مرتبہ ایسا ہو چکا ہے۔ سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایسی چھت پر تھے، کچھ دوسرے خدام بھی تھے اور بظاہر اس چھت کی کوئی کمزوری دکھائی نہیں دے رہی تھی، بالکل مضبوطی سے قائم تھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر فرشتوں نے الہام کیا کہ یہ خطرناک جگہ ہے فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ حسنہ دیکھو کہ آپ نے یہ نہیں کیا کہ خود پہلے نکل جائیں۔ جس طرح رواج ہے جہازوں کے کپتانوں کا کہ جب تک جہاز ڈوبتا نہیں وہ لوگوں کو اتارتے رہتے ہیں، سب سے آخری انسان جو اترتا ہے وہ جہاز کا کپتان ہوتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کا امام بنایا تھا۔ آپ کا یہی اسوہ حسنہ تھا۔ آپ نے اپنے صحابہ سے کہا کہ جلدی کرو اور نکلو یہاں سے۔ جب وہ نیچے اتر گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پیچھے پیچھے اترے اور نیچے زمین پر قدم رکھا تھا کہ وہ چھت دھڑام سے نیچے آ گئی۔ بس یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی وحی ہوتی ہے جو دلوں پر نازل کرتے ہیں اور خود اٹھا کے نہیں اس میں پھینک دیتے بلکہ دل میں الہام کر دیتے ہیں کہ یہ خطرہ کی جگہ ہے یہاں سے نکل جاؤ۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف آیات اسی مضمون کی درج فرمائی ہیں۔ ﴿وَ اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحَافِظِیْنَ﴾ کہ دیکھو تم پر ضرور حفاظت کرنے والے مقرر ہیں ﴿ وَ یُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً﴾ تم پر بہت سے حفاظت کرنے والے فرشتے وہ بھیجتا ہے ﴿ لَہٗ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَ مِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ﴾ اس کے بہت سے اس کے آگے چلنے والے اور اس کے پیچھے چلنے والے بھی ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے امر سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۷۶ تا ۸۰)

پس اس کا آخری نتیجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ نکالتے ہیں کہ جب دنیا میں حفاظت کا انتظام ہے اور جسمانی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے اتنے گہرے انتظام کر رکھے ہیں تو کیسے سوچ سکتے ہو کہ روحانی حفاظت کے لئے سامان مقرر نہ ہوں۔ پس قرآن کریم کی حفاظت کے جو سامان ہیں وہ ایک استنباط ہے اس جسمانی حفاظت کے انتظام سے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک ہے:

''اگر لوگ تجھے چھوڑ دیں گے، پر مَیں نہیں چھوڑوں گا''۔ بظاہر لگتا ہے کہ 'اگرچہ' ہوگا لیکن نہیں 'اگرچہ' نہیں ہے۔ 'اگرچہ' اگر ہوتا تو اس کا مطلب تھا کہ لوگ واقعۃً چھوڑ دیں گے۔ مگر اگر چھوڑ دیں گے سے مراد یہ ہے کہ اگر چھوڑیں گے تب بھی، لیکن چھوڑیں گے نہیں۔ ''پر میں نہیں چھوڑوں گا''۔ اگر سب دنیا چھوڑ بھی دے تب بھی مَیں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ ''اور اگر لوگ تجھے نہیں بچائیں گے، پر مَیں بچاؤں گا''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۴۲)۔ ہر خطرہ کے وقت لوگ اگر تجھے نہیں بچائیں گے تو تُو میری حفاظت میں ہے، کوئی فکر نہ کرنا۔

ایک الہام ہے ۱۹۰۲ء کا: ''اِنِّی حَفِیْظٌ''۔ (دافع البلاء، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۷) اس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا ہے 'مَیں نگہ رکھنے والا ہوں'۔

''سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی'' میں جو نگہ رکھنے کا مضمون ہے وہ یہی ہے کہ ہر حال میں وہ مجھ پر نظر رکھتا ہے اور دیکھتا ہے۔

ایک الہام ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۱۹۰۳ء کا کہ:

''خدا کی پناہ میں عمر گزارو''۔ (البدر جلد ۲ نمبر ۳۲ بتاریخ ۲۸/اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۵۳)

یعنی تمہیں یہ خوشخبری ہے کہ اب اللہ کی پناہ میں تم آ چکے ہو اور بقیہ وقت تمہارا خدا کی پناہ میں ہی گزرے گا۔ یہ ۱۹۰۳ء کا الہام ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ ۱۹۰۳ء کے الہامات عام طور پر ۲۰۰۳ء میں ایک نئی شان سے پورے ہوتے ہیں۔

ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے: ''مجھے الہام ہوا سَلَامٌ علیکم طِبْتُمْ۔ پھر چونکہ بیماری وبائی کا بھی خیال تھا۔ اس کا علاج خدا تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ اس کے ناموں کا ورد کیا جاوے''۔ وہ کیا علاج تھا؟ ''یا حفیظ. یا عزیز. یا رفیق''۔ اے حفاظت کرنے والے، اے غالب اور عزت والے، اے رفیق، اے ساتھی۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''رفیق خدا تعالیٰ کا نیا نام ہے جو کہ اس سے پیشتر اسماء باری تعالیٰ میں کبھی نہیں آیا''۔

(ملفوظات جلد ششم۔ صفحہ ۱۳۵)

اب یہ ایک مسئلہ تھا۔ مَیں سوچا کرتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیوں فرمایا کہ رفیق خدا تعالیٰ کا نام نہیں ہے۔ عبدالرفیق بھی کہتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عبارت سے یہ سمجھ آ گئی کہ یہ وہ نام ہے جو آپ کے زمانہ میں ظاہر کیا گیا ہے جو پہلی اسماء کی کتب ہیں ان میں رفیق نام نہیں لکھا ہوا اور یہی حق ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو رفیق کا الہام ہوا ہے یہ اللہ کے نام کے متعلق الہام ہے۔ اس لئے عبدالرفیق نام رکھنا جائز ہے۔ اگرچہ بغیر عبد کے بھی رفیق نام رکھا جاتا ہے لیکن خدا کا نام ہونے کے لحاظ سے عبدالرفیق نام رکھا جا سکتا ہے۔ اور بہت سے احمدیوں کو مَیں نے دیکھا ہے کہ ان کا نام عبدالرفیق ہے'